شعر 6: مصحفی گوشۂ عزلت کو سمجھ تختِ شہی
کیا کرے گا تو عبث مُلکِ سلیماں لے کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **گوشۂ عزلت**: خلوت، گوشۂ تنہائی ○ **تختِ شاہی**: بادشاہ کا تخت، مسند شاہ ○ **عبث**: بیکار، فضول ○ **ملکِ سلیماں**: حضرت سلیمانؑ کا ملک، جن کی چرند پرند اور جن وانس پر حکومت تھی۔

مفہوم: اگر کسی کو دُنیا کے جھمیلوں سے دُور کہیں تنہائی میں بیٹھنے کا موقع ملے تو اُسے تختِ شاہی سمجھنا چاہیے۔

تشریح: مصحفی نے مقطع میں مُلکِ سلیمانؑ کا ذکر کر کے شعر میں تلمیح کا استعمال کیا ہے۔ ملکِ سلیمانؑ کی تلمیح دراصل گنجینۂ معنی کا طلسم ہے یا معنوں کے خزانے کی چابی ہے، جس کی وجہ سے غزل کے اس مقطع میں بڑی معنویت پیدا ہوگئی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اے مصحفیؔ تنہائی میں بیٹھنے ہی کو تو بادشاہ کے تخت پر براجمان ہونا سمجھ۔ کیونکہ انسان کی جتنی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اُس کو اتنی ہی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر بنی اسرائیل کے مشہور بادشاہ اور پیغمبر حضرت سلیمانؑ کا تخت بھی مِل جائے تو یہ تیری بیکار خواہش ہوگی حالانکہ حضرت سلیمانؑ کی چرند، پرند اور جن وانس پر حکومت تھی۔ وہ جس تخت پر بیٹھتے تھے اُس کی بڑی اہمیت تھی اسے ہوائیں اور جنات اُٹھائے پھرتے تھے لیکن یہ سب کچھ پا کر تمہیں وہ سکون اور آرام نصیب نہ ہوگا جو ایک گوشۂ تنہائی میں ہوتا ہے یہ گوشۂ تنہائی ہی نہیں گوشۂ عافیت ہوتا ہے، جو آدمی کو ہزار دُکھوں سے نجات دیتا ہے۔

مشقی سوالات

1: مصحفی کی دونوں غزلوں میں قافیے اور ردیف کی نشاندہی کیجیے۔

جواب: پہلی غزل میں قافیے ۔۔۔ گیں، قریں، نشیں، آستیں، حزیں، وہیں، زمیں، یقیں، کہیں، نہیں
پہلی غزل میں ردیف ۔۔۔ ''رہا''
دوسری غزل میں قافیے ۔۔۔ شاداں، ارماں، گریباں، تاباں، گریاں، بہاراں، سلیمانؑ
دوسری غزل میں ردیف ۔۔۔ ''لے کر''

2: چند جملوں میں وضاحت کیجیے۔

الف: دُنیا میں اندوہ گیں رہنے کا مفہوم کیا ہے؟

دُنیا میں اندوہ گیں رہنے کا مطلب ہے کہ دُنیا کی اصلیت پر غور کرتے ہوئے اسے فانی سمجھنا اور اپنی زندگی کو فانی سمجھتے ہوئے خوشیوں کی نسبت غموں اور دُکھوں کو عزیز جاننا اور اپنی موت کی ہر وقت فکر کرتے رہنا۔

ب: چمن میں خندۂ گل سے حزیں رہنے سے کیا مراد ہے؟

باغ میں کھلے ہوئے پھول دیکھ کر شاعر غمگین ہو جاتا ہے کیونکہ اسے پھولوں کی مسکراہٹ میں یعنی پھولوں کے کھلنے میں پھولوں کا انجام نظر آتا ہے۔ چونکہ خوشی کے بعد غم، راحت کے بعد دُکھ اور زندگی کے بعد

موت آتی ہے۔ اس لیئے شاعر خندۂ گل سے حزیں رہتا ہے۔

ج: خونِ شہید عشق آخر کس میں ظاہر ہوا؟

گلِ لالہ میں کیونکہ لالہ (پوست کا پھول) سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

د: خلق کو تا دمِ آخر مرنے کا یقین کیوں نہ آیا؟

دمِ نزع، ہوش و حواس کھوئے بغیر نہایت اطمینان سے جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ موت کی بیقراری ظاہر نہ ہونے دی۔ اس لیئے موت کا یقین نہ آیا۔

ہ: قافلے میں کون آگے نکل گیا اور کون پیچھے رہا؟

یارانِ گرم رو (یعنی یارانِ تیز گام) تو سب آگے نکل گئے اور خود شاعر جو سست رو تھا اور ننگِ قافلہ تھا پیچھے رہ گیا۔

و: شاعر کے خیال میں لالہ و گل کے گریباں ثابت کیوں نہیں ہیں؟

کیونکہ وہ اپنا اثاثہ، اپنا حُسن اسی دُنیا میں لٹا کر جاتے ہیں۔

ز: مہ تاباں کے زیرِ زمیں چلے جانے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

چاند جیسے چمکدار اور خوبصورت چہرہ رکھنے والے حسین لوگوں کا مرنے کے بعد مٹی میں دفن ہو جانا۔

ح: شاعر نے گوشۂ عزلت کو تختِ شہی پر کیوں ترجیح دی؟

تنہائی میں بیٹھ کر انسان خدا کی خدائی اور اس کی کائنات پر زیادہ غور کرتا ہے۔ دُنیا کے جھمیلوں سے دُور رہتا ہے۔ اسے کسی کی پروا نہیں ہوتی وہ ہر سوچ اور فکر سے آزاد ہوتا ہے۔ اس لیے شاعر نے تختِ شہی سے گوشۂ عزلت کو بہتر قرار دیا۔

3: درج ذیل تراکیب کے معنی لکھیے:

○ **اندوہ گیں:** غم ناک، غمزدہ، رنجیدہ، پریشان ○ **سرِ آستیں:** قمیص کے بازو کا کونا ○ **خندۂ گل:** پھول کی ہنسی، پھول کا کھلنا ○ **زیرِ زمیں:** زمین کے نیچے، قبر میں ○ **تا دمِ آخر:** آخر وقت تک، موت کے آخری لمحات تک ○ **ننگِ قافلہ:** قافلے کے لیے ذلت کا باعث، سست رو، قافلے سے پیچھے رہ جانے والا ○ **دلِ شاداں:** خوش و خرم دِل ○ **پردۂ خاک:** خاک کا پردہ یعنی قبر ○ **مہ تاباں:** چمکتا ہوا چاند مراد خوبصورت چہرہ ○ **دیدۂ گریاں:** روتی ہوئی آنکھ ○ **اسیرانِ قفس:** قیدی جو قید خانے میں بند ہوں، پنجرے کے قیدی ○ **گوشۂ عزلت:** گوشۂ تنہائی، خلوت ○ **تختِ شہی:** بادشا کا تخت، مسندِ شاہ۔

4: شاعر نے دوسری غزل میں "دیدۂ گریاں" کو ابر سے تشبیہ دی ہے، بتائیے ان میں وجہ شبہ کیا ہے؟

جواب: ابر سے پانی کا ٹپکنا اور دیدۂ گریاں سے آنسوؤں کا بہنا وجہ شبہ ہے۔

5: آپ پہلے تلمیح کی تعریف پڑھ چکے ہیں۔ بتائیے کہ دوسری غزل کے مقطع میں کونسی تلمیح آئی ہے اور اس کے پس منظر میں کیا روایت ہے؟

جواب: دوسری غزل کے مقطع میں حضرت داوٗدؑ کے بیٹے اور بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر اور بادشاہ حضرت سلیمانؑ

کا نام استعمال ہوا ہے۔ یہ تلمیح ہے۔ روایت ہے کہ تمام حیوانات، چرند، پرند اور جن و انس ان کے تابع تھے اور پوری دنیا کی ہر شے پر اُن کی حکومت تھی۔

6: مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں اِس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

دنیا، غم، مزاج، چمن، خلق، قافلہ، گریباں، بادِ صبا، آمد، گوشۂ عزلت

- **دُنیا:** کبھی کسی سے وفا نہیں کرتی۔
- **غم:** غم آدمی کو انسانیت سکھاتا ہے۔
- **مزاج:** آپ کے مزاج کیسے ہیں؟
- **چمن:** پھول کھلتے ہیں تو چمن مہک اُٹھتا ہے۔
- **خلق:** خلق پریشان تھی کہ اس کا رہنما نہیں پہنچا تھا۔
- **قافلہ:** قافلہ چلتا رہے تو منزل پر پہنچ ہی جاتا ہے۔
- **گریباں:** عاشق کا گریباں چاک تھا اور اُسے خبر نہ تھی۔
- **بادِ صبا:** بادِ صبا چلتی ہے تو چمن میں پھول کھلتے ہیں۔
- **آمد:** آپ کی آمد پر میں بہت خوش ہوں۔
- **گوشۂ عزلت:** چھٹی کے روز بھی میں اپنے گوشۂ عزلت میں پڑا رہا، مجھے کوئی ملنے نہ آیا۔

7: مصحفی کی پہلی غزل کے درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے:

آخر کو ہو کے لالہ اُگا نو بہار میں
خونِ شہید عشق نہ زیرِ زمیں رہا

دی جان ایسے ہوش سے اپنی کہ خلق کو
جینے کا میرے تادمِ آخر یقیں رہا

یارانِ تیز رو تو سب آگے نکل گئے
ان سے میں ننگِ قافلہ پیچھے کہیں رہا

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح۔

8: مصحفی کی دوسری غزل کے مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

پردۂ خاک میں سو سو رہے جا کر افسوس
پردہ رخسار پہ کیا کیا مہِ تاباں لے کر

ابر کی طرح سے کر دیویں گے عالم کو نہال
ہم جدھر جاویں گے یہ دیدۂ گریاں لے کر

پھر گئی سُوئے اسیرانِ قفس بادِ صبا
خبرِ آمدِ ایامِ بہاراں لے کر

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح۔

☆ **شعرا اپنے کلام کو زیادہ اثر آفریں اور دلکش بنانے کے لیے الفاظ و معانی کو نئے نئے اور دلچسپ طریقوں سے ادا کرتے ہیں۔ انھیں ادبی اصطلاح میں صنائع بدائع کہتے ہیں۔ صنائع بدائع کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً اگر شعر میں کوئی ایسی وجہ بیان کی جائے جو مبنی بر حقیقت نہ ہو مگر اِس پر یقین کرنے کو جی چاہے تو اسے حُسنِ تعلیل کہا جاتا ہے اور اگر شعر میں ایک دوسرے کے اُلٹ یا متضاد استعمال ہوں تو وہ صنعتِ تضاد ہے۔ آپ مصحفی کی شامل نصاب غزلوں میں سے مراعات النظیر، حُسنِ تعلیل اور صنعتِ تضاد کی ایک ایک مثال دیجیے۔**

مراعاۃ النظیر:

؎ باغ وہ دشتِ جنوں تھا کہ کبھی جس میں سے
لالہ و گل گئے ثابت نہ گریباں لے کر

حُسنِ تعلیل:

آخر کو ہو کے لالہ اُگا نو بہار میں
خونِ شہیدِ عشق نہ زیرِ زمیں رہا

صنعتِ تضاد:

یارانِ گرم رو تو سب آگے نکل گئے
ان سے میں ننگِ قافلہ پیچھے کہیں رہا

☆☆☆

مرزا اسد اللہ خاں غالب ——— (1797ء-1869ء)

شاعر کا تعارف:

اسد اللہ خاں غالبؔ عرف نوشہ، پہلے اسد تخلص کیا پھر غالبؔ اختیار کیا۔ ان کے آباؤ اجداد قوم کے ترک تھے جن کی نسل سے مغل پیدا ہوئے مرزا غالب کے زمانے تک مغل بھی اپنے آپ کو خان ہی لکھتے اور کہلواتے تھے۔ ذوقؔ کے بعد غالبؔ بہادر شاہ ظفرؔ کے استاد مقرر ہوئے۔ اردو زبان کے جن شاعروں کی عظمت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ میر تقی میرؔ، مرزا غالبؔ اور علامہ محمد اقبالؒ ہیں۔ غالبؔ کے ایک مشہور نقاد ڈاکٹر عبدالرحمان بجنوری نے کہا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ وید مقدس اور دیوانِ غالب۔ وید مقدس ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے۔ اسی مناسبت سے گویا دیوانِ غالب کو شاعری کی نہایت عظیم کتاب قرار دیا گیا ہے۔ عبدالرحمان بجنوری ان کی شاعری میں تنوع کے قائل ہیں۔ شیخ محمد اکرام انسانیت کے حامی ظرافت کے۔ اصل بات یہ ہے کہ غالبؔ سوچنے اور کہنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ غالبؔ نے کسی نئی صنفِ سخن کی بنیاد نہیں ڈالی، نہ کوئی نیا موضوع اُردو شاعری کو دیا ہے۔ انہوں نے جو تصرفات کیے وہ معنوی ہیں، انہوں نے شعر و شاعری کی اندرونی دنیا میں انقلاب برپا کیا ہے۔ ان کی خطوط نگاری نے جدید اُردو نثر کی بنیاد ڈالی۔

غالبؔ کا ابتدائی کلام فارسیت زدہ ہے، مگر بعد میں یہ روش ترک کر دی اور سادہ و سلیس انداز میں شعر کہنا شروع کیے۔ غالبؔ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف ان کے مرنے کے بعد کیا گیا۔

خصوصیاتِ کلام میں جدت و ندرت، فکر و فلسفہ، رجائیت پسندی، پہلوداری، آفاقی لہجہ، طنز و مزاح، حسن و عشق، خلوص، آزادیِ رائے، خود اعتمادی، زندگی گزارنے کا حوصلہ اور زندگی کا عرفان نمایاں ہے۔

1۔ غزل ——— مرزا اسد اللہ خاں غالب

شعر 1:

بس کہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ بس کہ: چونکہ ○ دُشوار: مشکل

مفہوم: آسان سے آسان کام بھی مشکل ہوتا ہے۔ ہر آدمی انسانیت کے رُتبے پر فائز نہیں ہوتا۔

تشریح: غزل کے مطلع میں غالبؔ نے ایک اچھوتا اور نرالا خیال پیش کیا ہے کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کام کتنا ہی